



حضرت العلامة مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی

دوامِ حدیث

صحتِ حدیث پر:

سابقہ اعتراضات کے جواب

مولوی مودودی صاحب کی عبارت مذکورہ بالا کو پرویز صاحب نے اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ اگرچہ مودودی صاحب نے حدیث کا انکار نہیں کیا مگر جو حدیث پر گفتگو کی ہے اس کا انداز اس قسم کا ہے کہ حدیث کی قدر و قیمت دماغ سے اتر جاتی ہے۔ کیونکہ احادیث کی صحت کا مدار محدثین کے نزدیک سند پر ہے اور سند کے دونوں پہلوؤں کو مودودی صاحب کمزور کہ چکے ہیں پھر ان احادیث کے قابل استناد ہونے کو اس طرح رد کر چکے ہیں کہ ان کے خیال میں ائمہ مجتہدین نے محدثانہ نقطہ نظر سے ثابت شدہ احادیث کو رد کر دیا ہے اور محدثانہ نقطہ نظر سے غیر ثابت شدہ روایات کو فقیہانہ نقطہ نظر سے قبول نہیں کیا مگر اس فقیہانہ نقطہ نظر کی تشریح نہیں کی اور فقیہانہ نقطہ نظر رکھنے والے لوگوں سے پیش پیش امام ابو حنیفہ کو شمار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں ان کے مسائل بہت سی احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں اور بعض جگہ ضعیف منقطع و منکر روایات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ اس کے بعد امام مالک کا مرتبہ ہے کیونکہ ان پر محدثانہ نقطہ نظر غالب ہے مگر پھر بھی چونکہ فقیہانہ نقطہ نظر رکھتے ہیں اس لیے ان احادیث کو بہت جگہ رد کیا ہے جو محدثانہ نقطہ نظر سے ترمیم میں مگر فقیہانہ نقطہ نظر سے قابل قبول نہیں۔ پھر امام شافعی کا مختصر تذکرہ ہے کہ ان کا بھی یہی حال ہے مگر ان کے متعلق یہ نہیں لکھا کہ محدثانہ نقطہ نظر ان میں کس قدر ہے اور فقیہانہ نقطہ نظر کس قدر ہے۔ امام احمد بن حنبل کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔ شاید اس لیے کہ ان میں فقیہانہ نقطہ نظر بالکل

ہی نہیں یا کم بنے یا اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے چھوڑ دیا ہے۔ امام مالکؒ کے متعلق تو تصریح کی ہے۔ امام لیت نے ستر مسلک میں امام مالکؒ کا صحیح حدیث کے خلاف ہونا نقل کیا ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے متعلق تصریح نہیں کی مگر ظاہر ہے کہ جب امام مالکؒ جن پر محدثانہ نقطہ نظر غالب تھا ستر مسائل میں صحیح حدیث کو چھوڑ دیا ہے تو امام ابو حنیفہؒ جو خالص فقیہانہ نقطہ نظر سے احادیث کو پڑھتے تھے کس قدر وہ احادیث چھوڑی ہوں گی جو محدثانہ نقطہ نظر سے صحیح ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جس قدر کوئی مجتہد صحیح احادیث کی مخالفت کرے اسی قدر اس پر فقیہانہ نقطہ نظر غالب ہوگا۔ پس منکرین کس قدر فقیہ ہوں گے کیونکہ تمام ذخیرے کو اپنے فقیہانہ نقطہ نظر سے کمزور سمجھ کر چھوڑ رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی تقریر کا حوالہ دکر نا تو منظور نہیں مگر پھر بھی کچھ اس کے متعلق لکھا جاتا ہے۔ اس مضمون میں مودودی صاحب نے حدیث پر دو طرح کی جرح کی ہے:-

○ ایک اس اعتبار سے کہ ان میں فقیہانہ نقطہ نظر سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ محدثین میں فقیہانہ نقطہ نظر سے سوچنے کی اہلیت نہ تھی۔

○ دوم اس اعتبار سے کہ محدثانہ نقطہ نظر سے دو خامیوں کا اٹھ جانا یقینی نہیں:-

★ ایک رواۃ کے ثقہ ہونے کے متعلق۔

★ دوم اتصال سند کے متعلق۔

اس لیے ہم بحث کو تین حصوں میں منقسم کرتے ہیں:-

● پہلی بحث رجال کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کے متعلق۔

● دوسری بحث اتصال سند کے متعلق۔

● تیسری بحث فقیہانہ نقطہ نظر سے متعلق۔

پہلی بحث میں رجال کے ثقہ ہونے نہ ہونے کا ذکر ہے۔ مودودی صاحب نے محدثین کی جرح و تہلیل کے کمزور ہونے کی دو دہیں بیان کی ہیں:-

① رواۃ کی سیرت، ان کے حافظ اور ان کی باطنی خصوصیات کے متعلق بالکل صحیح علم ہونا مشکل ہے۔

② حکم لگانے والے خود انسانی کمزوریوں سے بری نہ تھے۔ تو ایسا ممکن تھا کہ جذبات کے پیچھے لگ کر حکم نہ لگادیں، بلکہ اس امر کا ثبوت موجود ہے کہ یہ امکان بار بار فعل میں آگیا۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ روایت کے متعلق صرف دو باتوں کی تحقیق کی جاتی ہے ایک ان کی عدالت
دوسرا ان کا حافظہ۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا کوئی مشکل نہیں۔ مثلاً دس بارہ حدیثیں
اس کو سادی جائیں پھر سن کر اس کے حافظہ کا علم ہو سکتا ہے اور محدثین کی مجلسوں میں یہ شغل جاری
رہتا تھا۔ اس لیے حفاظ ان میں مشہور و معروف تھے جن کے حافظہ کی تعین کوئی مشکل امر نہ تھا۔ ایک
دو واقعے نقل کیے جاتے ہیں۔

① امام بخاریؒ جب بغداد میں آئے تو وہاں کے محدثین نے جمع ہو کر امام بخاریؒ کے حافظہ کا امتحان
لینا چاہا۔ یہ تجویز ہوئی کہ ایک سو حدیث کا انتخاب کیا جائے اور ایک ایک محدث کو دس دس حدیثیں
دی جائیں۔ ان کی اسانید کو ازل بدل کر کے پیش کیا جائے تاکہ دیکھیں کہ امام بخاریؒ ان کی تصحیح کرتے
ہیں یا نہیں؟ جب مجلس میں سب لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے دس حدیثوں کی۔
سندیں تبدیل کر کے پیش کیں اور ہر ایک کے متعلق پوچھا تو امام بخاریؒ نے جواب میں کہا کہ میں اس
سے واقف نہیں اس طرح اس نے دس حدیثیں پیش کیں۔ پھر دوسرا کھڑا ہوا۔ اس نے بھی دس
حدیثیں تبدیلی اسناد سے پیش کیں۔ امام بخاریؒ نے عدم واقفیت کا مظاہرہ کیا۔ جب اسی طرح دس
آدمی سو حدیثیں اسانید کو ازل بدل کر پیش کر چکے تو امام بخاریؒ اب اسی ترتیب سے پہلے آدمی کی
طرف متوجہ ہوئے جس نے پہلے دس حدیثیں پیش کی تھیں فرمایا کہ:-

”تیری پہلی حدیث اصل میں اس طرح ہے اور تو نے اس طرح پیش کی ہے اور

دوسری اصل میں اس طرح ہے اور تو نے اس طرح پیش کی ہے“

یہاں تک کہ سو حدیثیں سب اصلی صورت میں بھی اور بدلی ہوئی صورت میں بھی سادیں۔ اصل
صورت میں حدیثیں تو امام صاحبؒ کو پہلے ہی یاد تھیں مگر تعجب اس امر پہنے کہ ایک ہی مجلس
میں امام بخاریؒ نے تبدیل شدہ اسانید کو بھی حفظ کر لیا۔ اس وقت عام لوگ امام بخاریؒ کے حافظہ
کے قائل ہو گئے۔

② حاشد بن اسماعیلؒ کہتے ہیں امام بخاریؒ ہمارے ساتھ بصرہ کے مشائخ کی طرف آئے جاتے

نے مقدمہ فتح الباری طبع ہندی ملے

تھے۔ ابھی آپ نو عمر ہی تھے مگر وہاں جا کر خالی سن کر آجاتے اور لکھتے نہ تھے۔ جب سولہ دن گزر گئے تو ہم نے امام بخاریؒ کے نہ لکھنے پر ملامت کی جب ملامت زیادہ ہوئی تو فرمانے لگے :-
”اچھا! جو تم سولہ دن میں لکھ چکے ہو، وہ سناؤ“

ہم نے اپنی کتابیں نکالیں۔ پندرہ ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں تھیں۔ امام بخاریؒ صاحب نے سب حدیثیں سنا دیں۔ ہم اپنی کتابیں ان کی یادداشت سے صحیح کرتے تھے۔

اس قسم کے واقعات محدثین کے سعلق اسرار الرجال کی کتابوں میں مشہور و معروف ہیں۔ پھر حافظ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب زبانی سنے اور زبانی سنا کے، صاحب کتاب ہو تو اس کو حافظ کی بہت زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے لیے ضبط کتاب کا ملکہ درکار ہے۔ ہرالت کے لیے تقویٰ اور مردت کی ضرورت ہے جو شخص شرک اور فسق سے پرہیز کرے وہ یقینی ہے جو تبلیح حرکتوں (جیسا کہ راستے میں کھانے پینے اور پیشاب کرنے) سے بچے، اس میں مردت پائی گئی کسی آدمی کے متعلق یہ معلوم کرنا کہ اس میں تقویٰ اور مردت ہے یا نہیں سننے اور دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے :-

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا تُسْتَعْتَبُونَ ۝ جو چھپا کر کرتے ہیں اسکا پردہ فاش ہو جاتا ہے دوسری جگہ فرمایا :-

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَمٌ قَالِ الْمُحْفُونَ فِي
الْمَدِينَةِ لَتُفْسِدَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَلْعُونِينَ
أَيُّهَا نَقُفُوا أُخَذُوا وَقُتِلُوا تَفْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَقُوا
مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

اگر منافق اور دل کے رلیض اور جھوٹی خبریں شائع کرنے والے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر تیرے ساتھ باطل بھٹوڑا ہی زمانہ رہیں گے یہ لوگ لعنتی ہیں جہاں پائے گئے پھوکر قتل کیے جائیں گے یہ اللہ کی سنت ہے پہلے لوگوں

سے چلی آرہی ہے۔ اس سنت کو کبھی بدلا ہوا نہیں پاؤ گے۔

یعنی جب بھی منافق اور بیمار دل والا یا جھوٹ شائع کرنے والا پایا جائے گا اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوگا۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باطنی کیفیات کو ایک آدمی ایسا چھپائے کہ اس کا بالکل سراغ نہ لگ سکے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ عوام الناس کو دھوکا دیا جاسکے یا چند دن تک اپنی ٹھکی سے بڑوں بڑوں کو غافل رکھا جائے مگر اس کے لیے دوام نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ
مِنَ الطَّيِّبِ

اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایسی حالت میں نہیں رہنے دے گا کہ خبیث اور طیب کی تمیز نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ ناپاک لوگوں کو پاک لوگوں سے الگ کر دے گا۔
جنگ احد میں مسلمانوں کی مصیبت کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

(احد میں مسلمانوں کو جو زخم آئے اس کے اور اسباب بھی ہیں اور یہ بھی ہے)
کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جان لے (یعنی ان کو منافقوں سے الگ کرے) یعنی مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی پہچان ہو جائے۔

فَلَعَزَّزْتَهُمْ بِسَيِّئَاتِهِمْ وَلِتَعْلَمَ فِي لَعْنِ الْقَوْلِ

تو ان کو چہرے سے پہچان لے گا اور طریق گفتگو میں معلوم کرے گا۔
پس اس سنت اللہ کے بیان کے بعد جو قرآن نے جا بجا ذکر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں اس کی تفسیر کی ہے۔ فرمایا:-

يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمُ مِنْ كُلِّ خَلْفٍ عَدُولَ يَنْفُونَ عَنْهُ تَعْرِيفَ الْغَالِبِينَ
وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِينَ وَتَادِيلَ الْجَاهِلِينَ

کہ اس علم کو اٹھانے والے ہمیشہ عادل رہیں گے ان کا کام یہ ہو گا جو غیالی

لوگوں نے دین میں تحریف کی ہوگی وہ دین سے نکال دیں گے جو جھوٹوں نے دین کی باتوں سے غلط استدلال کیا اور جاہلوں نے تاویل کی ہوں گی ان کو الگ کر دیں گے۔

اور فرمایا:

ان الله يبعث لهذه الاممة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها .
اللہ تعالیٰ ہر صدی پر ایسے آدمی کو کھڑا کیا کرے گا جو دین کو تازہ کرے۔

اور فرمایا:

ولا يزال طائفة من امتي منصورين لا يضرهم من خذلهم حتى تقدم الساعة قال ابن المديني هم اصحاب الحديث .
اللہ

ایک جماعت میری امت سے ہمیشہ منصور رہے گی یعنی اللہ ان کی مدد کرے گا۔
جو ان کو رسوا کرنا چاہے وہ ان کو ضرر نہیں دے گا یہاں تک کہ تیا مسقط قائم ہو جائے۔
امام علی ابن مدینی فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب الحديث ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی درپردہ منافق اور ناسفی ہو پھر دین کے اندر داخل ہو کہ دین کو بدل دے اور اہل علم اہل حدیث کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ پس ضرور جن لوگوں کا حافظہ پر کھانگیا ہو اور ظاہر میں حافظہ صحیح بخلاف حقیقت میں بھی اسی طرح ہوں، درنہ لازم آئے گا کہ حس کی تکذیب کی جادے اور آدمی سو فطرتی وہی بن جائے اور یہ کہنا شروع کرے کہ ہو سکتا ہے کہ میرے حواس غلطی کرتے ہیں، دراصل یہ شے ایسی نہ ہو۔ اگر کسی کو یہ خیال آئے لگے تو وہ سمجھے کہ میں بیمار ہوں۔ پس چاہیے کہ وہ شخص پاکل خانہ یا ہسپتال کی راہ لے یا اور لوگوں کو چاہیے کہ اس پر رحم کر کے کسی طبیب یا ڈاکٹر کے پاس پہنچا دیں۔

اسی طرح جب ہم کسی شخص کے متعلق اپنی معلومات کی بنا پر تقویٰ اور مروت کا فیصلہ کریں، اور ہر طرح سے اس کی جانچ پڑتال کریں تو پھر یہ سمجھنا کہ وہ متصنع ہے، دراصل ایسا نہیں ہے۔ یہ احتمال بے دلیل ہوگا۔ یہ قطع کے اس کے معنی کے منافی نہیں جس کی نقلیات میں ضرورت ہوتی

ہے پس ظاہر کے خلاف ایک بے دلیل احتمال کی وجہ سے شک کرنا بھی وہی پر ہے۔ احتمال عقلی یقین کے منافی نہیں ہو سکتا جیسے قرآن مجید نے کہا ہے۔ اگر تمہارے پاس مہاجر عورتیں آئیں تو ان کی جانچ پڑتال کرو

فَاِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَحْجُرُوهُنَّ اِذَا اَلَّكُنَّ بِهِنَّ

اگر تم کو علم ہو جاوے کہ یہ عورتیں واقعی مومن ہیں تو پھر ان کو کنوار کے حوالے نہ کرو۔

اس آیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان جب کسی کے ایمان کا امتحان کرے۔ اپنی طاقت کے مطابق جانچ پڑتال کرے۔ تو پھر اس کے بعد اس کو علم حاصل ہو سکتا ہے کہ آدمی کیسا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ باوجود جانچ پڑتال کرنے کے اس کی حالت کا علم نہ ہو۔ اسی آیات کے مطابق محدثین جانچ پڑتال کرنے کے بعد رواد کو ثقہ اور ضعیف سمجھائے اگرچہ اس کے خلاف عقلی احتمال قائم ہے مگر اس قسم کے عقلی احتمالات یقین اور علم کے منافی نہیں ہوتے۔ اگر یہ احتمال جو اس کے خلاف پایا جاتا ہے کسی دلیل خارجی سے ثابت ہو جائے تو پھر اس کا اعتبار ہو گا مثلاً دوسرے عالم نے اس کی غلطی پکڑی اور اس کے ضعف کا پتہ لگا لیا اور اس پر ایسی جرح کی جو قابل قبول ہے تو اس وقت یہ احتمال ثابت ہو جائے گا۔ پس اس جگہ تین صورتیں ہوتی ہیں:-

ایک یہ کہ دوسری جانب بالکل احتمال نہ۔ یہ قطع کی ایک صورت ہے جسے صحابہ کرام یا وہ پاکباز جن کی پاک بازی پر امت کا اجتماع ہے ان کے ثقہ ہونے کے خلاف کوئی احتمال نہیں۔

دوسرے وہ لوگ جن کو محدثین نے تو ثقہ کہا ہے مگر ہو سکتا ہے کہ ان رواد کی جرح کا ان کو علم نہ ہو مگر ان کے مجروح ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ بھی قطع کا ایک معنی ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی راوی کے ثقہ یا ضعیف ہونے میں اختلاف ہو۔ اگر ثقہ کہنے والے کے خلاف احتمال عقلی پایا جاتا ہے۔ وہ دلیل سے ثابت ہو جائے تو اس کی بات کمزور اور ذلتی ہو۔

